باسمہ تعالیٰ

۶۸۹/ن

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلے کے بارے میں:

(۱): اگر کوئی شخص ایک جگہ عید کی نماز پڑھا کر دوسری جگہ عید کی نماز پڑھائے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اور دوسری جماعت کے مقتدیوں کی نماز عید ہوگی یا نہیں؟

(۲): بعض حضرات شامی کے درج ذیل جزئیہ کی بنا پر جواز کے قائل ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

صلی العشاء والوتر والتراويح ثم أم قوماً آخرين في التراويح ونوى الإمامة كره له ذلك ولا يكره للمأمومين (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ۲: ۵۰۱، ط: مكتبة زكريا ديوبند).

ولا يكره للمأمومين سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت کے مقتدیوں کی تراویح ہوجائے گی؛ لہٰذا نماز عید بھی ہوجائے گی۔

المستفتی:

(مفتی) محمد ثاقب قاسمی، فتح پوری

خادم التدریس والافتاء معراج العلوم، چیتا کیمپ، ممبئی

۷۱۱/ن ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:۔(۱): ایک جگہ عید کی نماز پڑھ کر یا پڑھا کر دوسری جگہ عید کی نماز پڑھانا درست نہیں؛ کیوں کہ جب کوئی شخص ایک بار عید کی نماز پڑھ چکا یا پڑھا چکا تو اُس کی دوسری نماز نفل ہوگی۔ اور جس طرح فرض پڑھنے والوں کی اقتدا، نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہوتی، اسی طرح واجب (نماز) پڑھنے والوں کی بھی اقتدا، نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہوتی؛ لہٰذا دوسری نماز میں شریک ہونے والوں کی نماز عید نہ ہوگی۔

فتاوی دار العلوم دیوبند میں ہے:

سوال: زید نے دو جگہ عید کی نماز پڑھائی تو ان دونوں میں سے کون سی ہوئی؟

الجواب: زید عیدین یا جمعہ کی نماز دو دفعہ نہیں پڑھا سکتا، اگر ایسا کیا تو پچھلے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی؛ کیوں کہ امام کی دوسری نماز نفل ہوئی اور متنفل کے پیچھے مفترض یا واجب پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، ۵: ۲۲۴، ۲۲۵، سوال: ۲۶۸۷/۱، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم دیوبند)۔

اور **فتاوی محمودیہ** میں بھی ہے کہ کوئی شخص دو جگہ نماز عید نہیں پڑھا سکتا اور اگر کسی نے پڑھائی تو دوسری جماعت کے مقتدیوں کی نماز عید صحیح نہ ہوگی (فتاوی محمودیہ، ۸: ۴۳۴، ۴۳۶، جواب سوال: ۳۹۱۴، ۳۹۱۶، مطبوعہ: ادارہ صدیق، ڈابھیل)۔

←

(و) لا - يصح - (مفترض بمتنفل) ......وصح أن معاذاً كان يصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم نفلاً وبقومه فرضاً، **(و) لا (ناذر)** بمتنفل (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ۲: ۳۲٤، ۳۲٥، ط: مكتبة زكريا ديوبند، ط: ۳: ٥٩٤- ٥٩٦، ت: الفرفور، ط: دمشق).

قوله: "وصح أن معاذاً الخ": أي: صح عند أئمتنا وترجح ...... وهو ما في الصحيحين:" أن معاذاً كان يصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عشاء الآخرة ثم يرجع إلى قومه فيصلي بهم تلك الصلاة"،...........قال الإمام القرطبي في المفهم: الحديث يدل على أن صلاة معاذ مع النبي صلى الله عليه وسلم كانت نافلة، وكانت صلاته بقومه هي الفريضة، وتمامه في حاشية نوح أفندي وفتح القدير (رد المحتار).

قوله: "ولا ناذر بمتنفل": **لأن النذر واجب، فيلزم بناء القوي على الضعيف**، ح (المصدر السابق).

ومصليا ركعتي الطواف كالناذرين؛ لأن طواف هذا غير طواف الآخر، وهو السبب **فهو اقتداء الواجب بالنفل** [وذا لا يجوز] (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ۱: ٦٣٢، ط: دار الكتب العلمية، بيروت).

(۲): دوسری نماز عید کے جواز پر استدلال کے لیے تراویح کا یہ جزئیہ پیش کرنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ یہ جزئیہ درمختار وشامی میں "۴؍ سے زائد مقتدیوں کے ساتھ نفل باجماعت کی کراہت" کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے؛ اس لیے اس جزئیہ میں ولا یکرہ للمأمومین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری جماعت کے مقتدیوں کی نماز تراویح درست ہوگی؛ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ نفل باجماعت مقتدیوں کے حق میں مکروہ نہ ہوگی؛ کیوں کہ انہوں نے (مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے) تراویح کی نیت سے اقتدا کی ہے، نفل محض کی نیت سے نہیں اگرچہ ان کی یہ اقتدا بہ حیثیت تراویح درست نہیں؛ اسی لیے اگر امام نے امامت کی نیت نہ کی ہو؛ بلکہ اپنے طور پر نفل نماز شروع کی ہو اور کچھ لوگوں نے (لاعلمی میں) تراویح کی نیت سے اقتدا کرلی ہو تو اس صورت میں یہ نفل باجماعت، امام اور مقتدی کسی کے حق میں بھی مکروہ نہ ہوگی۔

پس اس جزئیہ کا تعلق نفل باجماعت کی کراہت یا عدم کراہت سے ہے، متنفل کی اقتدا میں تراویح کی صحت سے نہیں ہے جیسا کہ درمختار وشامی کا سیاق وسباق اسی پر دلالت کرتا ہے؛ لہٰذا اس جزئیے سے متنفل کی اقتدا میں تراویح یا نماز عید کی صحت پر استدلال بے محل ہے۔

اور اگر زبردستی اس کا تعلق متنفل کی اقتدا میں تراویح کی صحت سے مان لیا جائے تو یہ مرجوح اور غیر مفتی بہ قول پر مبنی ہوگا۔

تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی امام دو الگ الگ مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھائے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، امام ابوبکر اسکافؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے ابونصر سے سنا کہ دونوں مسجد والوں کی تراویح درست ہوگی۔ اور فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ نے ابوبکر اسکافؒ کا قول اختیار فرمایا (فتاوی تاتارخانیہ، فتاوی خانیہ اور محیط برہانی وغیرہ میں اسی طرح ہے)، معلوم ہوا کہ ابواللیث سمرقندیؒ کے نزدیک

ابونصرؒ کا قول مرجوح ہے۔ اور فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے اور مضمرات میں نصاب الفقہ سے بہ صراحت نقل کیا گیا ہے کہ فتوی عدم جواز پر ہے؛ اسی لیے بعض فقہا نے صرف عدم جواز کا قول نقل فرمایا ہے، جواز کا قول نقل ہی نہیں فرمایا، جیسے: علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاریؒ (خلاصۃ الفتاوی) اور علامہ ابن نجیم مصریؒ (البحر الرائق) وغیرہ۔ پس معلوم ہوا کہ راجح ومفتی بہ قول کے مطابق ایک شخص کا دو الگ الگ جگہ پوری پوری تراویح پڑھانا درست نہیں، اس صورت میں دوسری جماعت کے مقتدیوں کی تراویح درست نہ ہوگی؛ البتہ اگر کوئی شخص دوسری جگہ مقتدی کی حیثیت سے شرکت کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

پس جب سوال کا جزئیہ، مرجوح قول پر مبنی ہے تو اس سے متنفل کی اقتدا میں تراویح یا نماز عید کی صحت پر استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے؟

(ولا يصلی الوتر) و لا **(التطوع بجماعة خارج رمضان)** أي: يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة كما في الدرر، ولا خلاف في صحة الاقتداء؛ إذ لا مانع، نهر. وفي الأشباه عن البزازية: "يكره الاقتداء في صلاة رغائب وبراء ة وقدر إلا إذا قال: نذرت كذا ركعة بهذا الإمام جماعة" اهـ. قلت: وتتمة عبارة البزازية من الإمامة: "ولا ينبغي أن يتكلف كل هذا التكلف لأمر مكروه"، وفي التتارخانية: " لو لم ينو الإمامة لا كراهة على الإمام"، فليحفظ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ۲: ۵۰۰، ۵۰۱، ط: مكتبة زكريا ديوبند، ٤: ۳۷۵-۳۷۹، ت: الفرفور، ط: دمشق).

قوله: "في التاترخانية الخ": عبارتها نقلاً عن المحيط: وذكر القاضي الإمام أبو علي النسفيؒ فيمن صلى العشاء والوتر والتراويح ثم أم قوماً آخرين في التراويح ونوى الإمامة كره له ذلك ولا يكره للمأمومين، ولو لم ينو الإمامة وشرع في الصلاة فاقتدى الناس به لم يكره لواحد منهما اهـ (رد المحتار).

ولو أن إماماً يصلي التراويح في مسجدين، في كل مسجد على الكمال، لا يجوز، هكذا حكي عن الشيخ الإمام أبي بكر الإسكافؒ، ثم قال أبو بكرؒ: سمع أبا نصر: يجوز لأهل كلا المسجدين. قال الشيخ الإمام أبو الليث رحمه الله: قول أبي بكر أحب إلي.......... وذكر القاضي الإمام أبو علي النسفي فيمن صلى العشاء والتراويح والوتر في منزله، ثم أم قوماً آخرين في التراويح ونوى الإمامة كره له ذلك ولا يكره للمأمومين، ولو لم ينو الإمامة وشرع في الصلاة فاقتدى به الناس لم يكره لواحد منهما (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح، ۲: ۳۲۱، ط: مكتبة زكريا ديوبند).

ولو أن إماماً يصلي التراويح في مسجدين، في كل مسجد على الكمال، لا يجوز، هكذا حكي عن الشيخ الإمام الفقيه أبي بكر الإسكاف، ثم قال أبو بكر: سمعت أبا نصر يقول: يجوز لأهل كلا المسجدين. قال الشيخ الإمام الفقيه أبو الليث رحمه الله: قول أبي بكر أحب إلي، وذكر القاضي الإمام أبو علي النسفي فيمن صلى العشاء والتراويح والوتر في منزله، ثم أم قوماً آخرين في التراويح ونوى الإمامة كره له ذلك ولايكره للمأمومين، ولو لم ينو الإمامة

وشرع في الصلاة فاقتدى الناس به لم يكره لواحد منهما (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر، ٢: ٢٥١، ٢٥٢، ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي).

ولو صلى إمام واحد التراويح في مسجدين كل مسجد على الكمال، اختلف المشايخ فيه، حكي عن أبي بكر الإسكاف رحمه الله تعالى أنه لا يجوز، قال أبو بكر: سمعت أبا نصر أنه قال: يجوز لأهل المسجدين جميعاً .... واختار الفقيه أبو الليث قول أبي بكر رحمه الله، هذا إذا أم للناس مرتين، فإن لم يكن إماماً وصلى التراويح في مسجد بجماعة ثم أدرك جماعة أخرى في مسجد آخر فدخل معهم وصلى لا بأس به (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، باب التراويح، ١: ٢٣٣، ٢٣٤، ط: المطبعة الكبرى الأميرية، بولاق، مصر).

إمام يصلي التراويح في مسجدين، في كل مسجد على الكمال، لا يجوز كذا في محيط السرخسي، والفتوى على ذلك كذا في المضمرات (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ١: ١١٦، ط: المطبعة الكبرى الأميرية، بولاق، مصر).

في نصاب الفقه: ولو صلى الإمام التراويح في المسجدين على الكمال لا يجوز له أن يفعل؛ لأن التراويح سنة وسائر السنن لا يتكرر في الوقت الواحد، فإذا فعل ذلك لا يكون سنة، والفتوى على ذلك. ولو صلى الإمام التراويح في مسجده، ثم اقتدى في مسجد آخر لا يكره، وكذلك الفتوى؛ لأنه يكون اقتداء المتطوع بمن يصلي السنة، فيجوز (جامع المضمرات والمشكلات في شرح مختصر الإمام القدوريّ، ٢: ٢١٢، ط: دار الكتب العلمية، بيروت).

إمام يصلي التراويح في مسجدين، في كل مسجد على وجه الكمال، لا يجوز؛ لأنه لا يتكرر. اقتدى بالإمام في التراويح وهو قد صلى مرة لا بأس به، ويكون هذا اقتداء المتطوع بمن يصلي السنة (خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في التراويح، ١: ٦٤، ط: المكتبة الأشرفية، ديوبند)، ونقله عنه ابن نجيم في البحر الرائق (كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ٢: ١٢٠، ط: مكتبة زكريا ديوبند) ———— فقط واللّٰہ تعالی أعلم۔

(محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ)

۱۴۴۱/۹/۱۹ھ=۲۰۲۰/۵/۱۳ء، چہار شنبہ

الجواب صحیح
محمود حسن غفرلہ
بلند شہری
۱۴۴۱/۹/۱۹

الجواب صحیح
حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ
۱۴۴۱/۹/۲۰ھ

الجواب صحیح
محمد اسعد ...
۱۴۴۱/۹/۲۰